430

سائی بابا پوتر اُودی بھگتوں میں تقسیم کر رہے ہیں تاکہ ان کی تکلیفوں کا کفارہ ادا کیا جا سکے۔ اُدھی و
اوشدھی بابا کی مسجد میں پورے سو سال سے بٹ رہی ہے۔ اب بھی جو بھگت پورے اعتقاد اور
بھروسے سے اس کا استعمال کریں ان کی تمام بیماریاں دور ہو سکتی ہیں۔

کی خواہش یا تمنا کرتے ہو تو من لگا تار اُسی کے بارے میں سوچتا رہتا ہے۔ من کو اپنے گُورو کے دھیان میں لگاؤ گے تو یہ صرف گورو کے بارے میں سوچتا رہے گا۔ آپ چاہے اپنے دنیاوی فرائض پورے کرتے رہیئے لیکن اپنے من کو سائی بابا کے دھیان میں لگایئے وہ ضرور آپ کو ساری برکتوں سے نوازے گا۔ لیکن یہ سعادت بھی خُدا کی مرضی کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔ ایشور کی مدد سے سب کچھ آسان ہو جاتا ہے۔ سادھو سنتوں کی کہانیاں سُننے کا مطلب اُن کے ساتھ رہنا ہے۔ سادھو، سنتوں یا ولیوں کے ساتھ رہنے کے بہت فائدے ہیں۔ وہ ہمیں جسمانی احساس اور انا سے نجات دے کر موکش (نجات) عطا کرتے ہیں۔ اس لیے ہمیں سادھو، سنتوں کی کہانیاں پڑھنی چاہیں اور پڑھ کر اُن پر سوچ وچار کرنا چاہیئے یہی ایک راستہ ہے اس سنسار سے پار ہونے کا۔ مُرید کو کسی اور سادھنا کی ضرورت نہیں ہے جیسے نام جپنا۔ پوجا پاٹھ کرنا۔ یہ ہمارے پچھلے جنموں کا ہی پھل ہے کہ ہم اس جنم میں کسی مہان گورو کی سنگت پا لیتے ہیں۔ مہان گورو شری سچدانند ست گورو سائی مہاراج شرڈی میں اپنے بھگتوں کو دھیان کرنے کی تحریک دیتے ہیں۔ اس مہان پر بھو کے چرنوں کا دھیان کرنے سے ہی ہم سب لوگوں کی مشکلیں آسان ہو جائیں گی اور ہم اس دُنیا کے سمندر کو ہنسی خوشی پار کر سکیں گے۔ بابا کی اُدھی (بھسمی) بانٹنے کی روایت اُس وقت شروع ہوئی جب بابا شرڈی میں تشریف لائے۔

بظاہر سائی بابا ایک سیدھے سادے انسان دکھائی دیتے تھے لیکن اُن کے کاموں سے اُن کی بے انتہا ذہانت اور مہارت کا پتا چلتا تھا۔ وہ جو کچھ کرتے بھگتوں کی بھلائی کے لیے کرتے۔ معمولی سے معمولی کام بھی وہ سوچ سمجھ کر اور گہرائی سے کرتے تاکہ اُن کے بھگت ہمیشہ خوشحال زندگی بسر کریں۔ بابا نے کبھی اپنے بھگتوں کو کوئی جسمانی آسن، سانس لینے کا کوئی خاص طریقہ، یا رسومات کو برتنے کا حکم نہیں دیا۔ نہ ہی انھوں نے اُن کے کانوں میں کوئی منتر ہی پھونکا۔ انھوں نے ہمیشہ چالاکی کو ترک کر کے "سائی سائی" کا جپ کرنے کا مشورہ دیا۔ وہ اُن سے کہتے کہ اگر تم نے یہ کیا تو تمہیں ساری جکڑ بندیوں سے نجات مل جائے گی اور تم ایک آزاد وجود میں تبدیل ہو جاؤ گے۔ سائی کا جپ کرتے رہو یہ میری ذمہ داری ہے کہ میں کیسے آپ کے دکھ سکھ میں ساتھ د ہوں۔ جن زنجیروں میں تم پھنسے ہوئے ہو ان کو توڑنا میرا کام ہے۔ باقی یوگ وغیرہ تم میں سے کسی کے لیے بھی ضروری نہیں ہے اور نہ ہی تم ایسا سب کچھ کر سکتے ہو۔

فقراء کامل مالکِ کل کے فضل و کرم سے صرف سماج کو سدھارنے کے لیے دنیا میں نہیں آتے۔ وہ تو ہماری دنیا سے لگاؤ کے بندھن توڑنے اور ہمیں مالکِ کل کی طرف موڑنے کے لیے آتے ہیں۔ وہ ہمیں دُنیا کی طرف سے اندھا کرنے اور خُدا کا دیدار کرانے والی نظر دینے کے لیے آتے ہیں۔ مگر سائی بابا کے رحم و کرم کے بغیر نہ تو ہم میں یہ احساس جاگ سکتا ہے کہ ہم اُس سے بچھڑے ہوئے ہیں اور نہ ہی ہمارے اندر اپنے اصل مقام یا منزل کی طرف لوٹ جانے کی خواہش پیدا ہو سکتی ہے۔ سب سے اوّل خُدا کا فضل و کرم ہوتا ہے۔ اگر ہم اپنے اندر بابا کے وصال کی خواہش پیدا کریں اور وہ ہمارے اندر کے تار ہلا دیں تاکہ ہمارے اندر وہ خواہش پیدا ہو جائے اور اُن کا دستِ کرم ہمارے سر پر رہے تو ہم زندگی کا اصلی مقصد حاصل کر سکتے ہیں۔ وہ کہتے تھے کہ من کا کام ہے سوچنا۔ من ایک لمحہ بھی سوچے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اگر تم کسی دنیاوی چیز

بابا کے تئیں بے ادبی کا مظاہرہ کیا گیا ہے تو ہم اس سے معافی کے خواستگار ہیں اور بابا کے نام کو بار بار دھراتے ہیں۔ بظاہر تو ایسا لگتا تھا کہ بابا مادی اشیاء کو بہت پسند کرتے ہیں لیکن در حقیقت وہ کسی بھی مادی چیز سے لگاؤ نہیں رکھتے تھے اور نہ اُس سے یہ خیال ہوتا تھا کہ وہ خوش ہو رہے ہیں۔ وہ دیکھتے تو تھے لیکن انھوں نے نظر آنے والی اشیاء میں کبھی دل چسپی کا مظاہرہ نہیں کیا اور نہ اس کا پتہ چلتا تھا کہ وہ کیا دیکھ رہے ہیں۔ بابا پکے برہمچاری تھے۔ انھیں کسی بھی چیز میں دلچسپی نہیں تھی۔ وہ ایسے مقام پر پہنچ چکے تھے جہاں دکھ سکھ، خوشی اور غم کا احساس نہیں ہوتا ہے۔ صرف پاک شفاف، ضمیر رہتا ہے۔

ناناولی سے ملاقات

شرڈی میں ایک عجیب و غریب آدمی رہتا تھا جس کا نام ناناولی تھا۔ وہ بابا کا کام کاج کرتا تھا۔ ایک دن کا واقعہ ہے کہ اُس نے بابا سے عرض کیا کہ بابا آپ اس گدی پر سے اُٹھ جایئے کیوں کہ میں اس پر بیٹھنا چاہتا ہوں۔ بابا نے ایسا ہی کیا جیسا ناناولی نے عرض کیا تھا۔ ناناولی کچھ دیر اس گدی پر بیٹھا پھر ایکدم کھڑا ہو گیا اور بابا کے قدموں پر گر کر عرض کرنے لگا کہ بابا آپ اپنی گدی پر بیٹھ جایئے۔ میں اس مقام تک ابھی پہنچا نہیں۔ اس طرح ناناولی معافی مانگ کر شرمندہ ہو گیا۔ بابا نے ذرا سی ناراضی بھی نہیں دکھائی۔ حالاں کہ ناناولی نے اُن کی بے عزتی کی تھی۔ ناناولی بابا سے اس قدر پیار کرتے تھے کہ بابا کی سمادھی کے تیرہ دن بعد ان کا بھی انتقال ہو گیا۔

بابا سے ملنے کا سب سے آسان طریقہ

سو سو برس عبادت کرنے سے من ایسا پاک نہیں ہوتا جیسا سائی کا دیدار کرنے سے پاک ہوتا ہے۔ مجھے یوں لگتا ہے کہ شاید بابا کی دیدار کی تڑپ عبادت سے زیادہ ضروری ہے۔ یہاں ہم ان مہاتماؤں کی سنگت میں رہ کر کیسے دنیا کے ساگر کے پار جاسکتے ہیں۔

شرڈی کے لوگ سچ مچ خوش قسمت ہیں کہ انھوں نے سائی بابا کو اپنا معبود مان کر ان کی پرستش کی۔ وہ زندگی کے ہر کام میں یعنی کھیتوں میں، کھاتے وقت، پہنتے وقت سائی بابا کے گُن گاتے تھے۔ سائی کے بغیر وہ کسی اور کو جانتے نہیں تھے۔ شرڈی کی عورتوں کی محبت کا عالم یہ تھا کہ وہ اپنی میٹھی میٹھی دیہاتی زبان میں بابا کے گن گیتوں کی شکل میں گاتی تھیں۔ وہ پڑھی لکھی نہیں تھیں لیکن اُن کے سادہ گیتوں میں اصلی شاعری کے عناصر نظر آتے ہیں۔ سچی شاعری دراصل محبت کا اظہار ہوتی ہے۔ انھوں نے بابا پر ایسے گیت بنائے تھے جن سے پتہ چلتا تھا کہ وہ ایک سچے پریمی کے گن گارہی ہیں جن کو سن کر ہر ایک انسان مست ہو تا تھا۔ ان گیتوں کو جمع کر کے شائع کرنے کی ضرورت ہے۔ ہو سکتا ہے کہ کبھی کوئی بابا کا خوش نصیب پیروکار یہ کام کردے۔

بابا کی حلیمی

کہتے ہیں خُدا یا بھگوان کے بھیجے ہوئے بندے میں چھ گن ہوتے ہیں (۱) شہرت (۲) دولت (۳) تیاگ (۴) علم (۵) شان و شوکت (۶) اور فراغ دلی۔ بابا میں یہ ساری صفات موجود تھیں۔ اُنھوں نے اپنے بھگتوں کے لیے انسانی جسم میں جنم لیا۔ بابا کی شان اور رحم دلی اتنی نرالی تھی کہ لوگ اُن کی طرف کھنچے چلے جاتے تھے۔ یہ نہ ہوتا تو لوگ انھیں کس طرح جانتے۔ بابا اپنے بھگتوں کے لیے ایسی زبان بولتے تھے جو شاید دیوی ماں سرسوتی بھی خود بولنے سے ڈرتی ہوں۔ نیچے ایک مثال درج کی جاتی ہے۔ بابا بڑی حلیمی اور انکساری سے اس طرح بولتے تھے۔

"میں آپ کے داسوں کا داس ہوں۔ آپ نے مجھے یہاں آکر مجھ پر بڑا احسان کیا ہے۔ میں آپ کے فضلے کا ایک کیڑا ہوں۔ آپ کے درشن پاکر میں اپنے آپ کو خوش قسمت سمجھتا ہوں" یہ کیسی حلیمی ہے۔ اس کا ذکر کرنے سے کوئی انسان یہ سمجھتا ہے کہ

والوں کے کانوں میں منتر پھونک کر ان سے روپے حاصل کرتے ہیں۔ وہ لوگوں کو مذہب اور تقدیس کا درس دیتے ہیں۔ لیکن خود مذہب اور تقدیس دونوں سے عاری ہوتے ہیں۔ ایسے گورو من کے میلے اور پاکھنڈی ہوتے ہیں۔ سائی بابا نے کبھی اپنے تقدس کا مظاہرہ کرنے کی کوشش نہیں کی۔ انھیں اپنے بڑے پن کا قطعی احساس نہیں تھا لیکن اپنے بھگتوں کا ہر لمحے خیال رکھتے تھے۔ انھیں اپنے پیروکاروں سے بے انتہا محبت تھی۔ گورو دو قسم کے ہوتے ہیں (۱) نیت (مقرر کردہ یا قطعی طور پر نامزد کردہ) (۲) انیت (غیر مقرر کردہ یا عمومی) جو انیت قسم کا گورو ہے، وہ ہمیں اُپدیشوں اور نصیحتوں سے نجات کے راستے پر ڈال دیتا ہے اور ہمارے دل کو صاف کرتا ہے لیکن پہلی قسم کا گورو (نیت) ہماری تفرقہ آمیز ذہن کو ختم کرنے کے ساتھ ہی ساتھ اچھی بری اشیاء میں فرق کرنے کی قوت کو جگا دیتا ہے اور ہمیں ایک دوسرے سے جوڑ کر متحد کر دیتا ہے۔ یہاں اور کئی طرح کے گورو بھی ہیں جو ہمیں دنیاوی علم عطا کرتے ہیں۔ لیکن وہ جو ہمیں وجود سے ہم کنار کر کے دُنیاوی وجود کے سمندر سے پار لے جائے وہی ست گورو ہے۔ سائی بابا ایسے ہی ست گورو تھے۔ اگر کوئی بھگت اُن کے درشن کے لیے شرڈی جاتا تو وہ پوچھے بغیر ہی اس کو اس کی زندگی کے تینوں زمانوں یعنی ماضی، حال اور مُستقبل کی ساری تفصیلات خود ہی بتا دیتے تھے۔ انھیں سارے انسانوں میں اللہ کے ظہور کی پرچھائیں دکھائی دیتی تھی۔ دوست اور دُشمن اُن کے لیے برابر تھے بڑے توازن سے وہ گنہگاروں کی بھی خدمت کرتے تھے۔ خوشحالی اور بدحالی دونوں صورتوں میں وہ ایک سے رہتے تھے۔ انھیں کبھی کسی پر شک نہ ہوا۔ وہ اگرچہ جسم سے کام لیتے تھے لیکن انھین اپنے جسم کی کوئی پرواہ نہ تھی اور نہ اپنی رہائش گاہ کی۔ حالانکہ یہ دکھائی دیتا تھا کہ اُن کا ایک جسم ہے۔ لیکن حقیقت میں وہ ایک غیر مُجسم وجود تھے انھوں نے اسی جنم میں جسم کی حدود کو پار کر لیا تھا۔

میں اُس وقت آئے جب وہ 16 سال کے تھے۔ وہ وہاں تین برس تک مقیم رہے۔ پھر اچانک وہ کچھ وقت کے لیے وہاں سے غائب ہو گئے۔ کچھ وقت کے بعد وہ اورنگ آباد کے نزدیک واقع نظامِ ریاست میں رُونما ہوئے اور ایک بار پھر چاند پاٹل کی برات کے ساتھ شرڈی تشریف لائے۔ اس وقت وہ بیس برس کے تھے۔ پھر وہ شرڈی میں لگاتار 60 برس تک رہے۔ اس کے بعد انھوں نے 1918ء میں مہاسمادھی اختیار کی۔ اس کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ بابا کا جنم 1838 میں ہوا ہوگا۔

باباکا مقصد اور تعلیمات

سترہویں صدی میں سنت رام داس (1608-1681) ہوئے جنھوں نے برہمن اور گائے کی رکشا کے اپنے اعلان شدہ مقصد حیات کو بہت حد تک پورا کیا۔ ان کے دو صدی بعد سائی بابا پیدا ہوئے۔ اس وقت ہندوؤں اور مسلمانوں میں تفرقات خاصے بڑھ گئے تھے اور سائی بابا اس خلیج کو پُر کرنے کے لیے نمودار ہوئے۔ اُن کی سب کے لیے یہ نصیحت تھی کہ "سب کا مالک ایک ہے" رام اور رحیم ایک ہی ہیں۔ ان میں ذرا بھی فرق نہیں ہے۔ جب رام اور رحیم ایک ہیں تو پھر اُن کو ماننے والے آپس میں کس بات پر جھگڑا کریں۔ رام اور رحیم کا اُپدیش جب ایک ہی ہے تو ذات پات کی تفریق کیوں؟ اس لیے دوسروں کی خبر و خیریت کا خیال رکھو تو خُدا بھی آپ کی حفاظت کرے گا۔ بابا کا کہنا تھا کہ دوسروں کے ساتھ فضول بحث نہ کرو اور نہ کسی کو اپنا دشمن بناؤ۔ سائی بابا کا فرمانا اور اُپدیش تھا کہ اگر دوسروں کی مدد نہیں کر سکتے ہو تو تکلیف بھی مت دو۔

سائی باباسچدانندست گورو تھے

گورو (پیر و مرشد) بے شمار ہیں۔ کچھ گورو ایسے ہیں جو ہاتھ میں مجیرے اور وینائیں لے کر گھر گھر جاتے ہیں اور اپنی روحانیت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ وہ اپنے ماننے

برہم(1) کا جسمانی ظہور

گوسائی باباایک انسان نظر آتے تھے لیکن وہ سب کے دل میں رہتے تھے وہ اگر چہ بظاہر لاتعلق نظر آتے تھے لیکن اندر سے سب کی بھلائی کا خیال رکھتے تھے۔ اُن کو کسی بھی چیز کی خواہش نہیں تھی۔ وہ صرف اپنے بھگتوں کا دھیان رکھتے تھے اور اُن کی ہی بھلائی چاہتے تھے۔ باہر سے وہ پریشان دکھائی دیتے تھے لیکن اندر سے وہ امن و سکون کا مسکن تھے۔ باہر سے وہ شیطان کی طرح عمل پیرا ہوتے تھے لیکن اندر سے وہ برہم (خدا مطلق) کی مانند تھے۔ وہ ساری دُنیا میں رہ کر بھی اکیلے تھے اور ظاہری طور پر تو وہ دنیاوی مصلحتوں میں اُلجھے ہوئے دکھائی دیتے تھے، لیکن سچائی یہ ہے کہ نہ اُن کو دُکھ کی پرواہ تھی نہ سکھ کی۔ دُنیاوی چیزوں میں اگر انھیں کسی چیز کی خواہش تھی تو وہ اپنے بھگتوں کی خوشحالی تھی۔ وہ اُن کی بھلائی چاہتے تھے۔ کبھی کبھی وہ اپنے بھگتوں کو پیار کی نظر سے دیکھتے اور کبھی انھیں گالی گلوچ سے بھی نوازتے۔ اُن کی ساری دولت لکڑی کی ایک لاٹھی تھی جسے وہ ہر وقت اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ وہ ہمیشہ ایک ہی آسن پر بیٹھے رہتے اور کبھی کسی تیرتھ یاترا پر نہیں جاتے تھے۔ انھوں نے کبھی شہرت کی پرواہ نہیں کی۔ وہ بھیک مانگ کر تناول فرماتے اور اور ہمیشہ کہتے "اللہ مالک ہے" بھگتوں کے لیے ان کی محبت ان مٹ تھی وہ علم کا خزانہ اور سکون کا سمندر تھے۔ جو لوگ بابا کو صرف گوشت پوست کا انسان سمجھتے تھے وہ دراصل پہلے بھی بدنصیب تھے اور اب بھی ہیں۔

بابا کا جنم اور شرڈی میں رہائش

کوئی نہیں جانتا کہ سائی بابا کے والدین کون تھے اور اُن کا جنم کب ہوا۔ لیکن شرڈی میں اُن کے قیام سے اس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ بابا سب سے پہلے شرڈی

(1) برہم (Brahm) خدا مطلق ہیں اور برہما (Brahma) سے مختلف ہیں۔ ان دو میں فرق کرنا ضروری ہے۔

اور دُوسرے معاملات پر بحث کی ہے۔ اب ہم اُن کی طرزِ زندگی اُن کے سونے کے آداب اور تعلیم و تربیت کے اطوار پر روشنی ڈالتے ہیں:۔

بابا کا عجیب و غریب تخت پوش

پہلے ہم بتا دیتے ہیں کہ نانا صاحب ڈینگلے نامی ایک شخص نے بابا کے لیے لکڑی کا ایک تخت پوش لایا جس کی لمبائی اندازاً چار لمبے ہاتھ کے برابر تھی اور چوڑائی ایک ہاتھ کے برابر۔ بابا نے اُس تخت پوش کو زمین پر رکھنے کی بجائے اُسے پرانی رسیوں کے ٹکڑوں سے باندھ کر دور کا مسجد شریف کی چھت کے شہتیروں سے جھولے کی طرح لٹکا دیا تاکہ اُس پر آرام سے سو سکیں۔ رسیاں اتنی کمزور تھیں کہ وہ تخت پوش کا بوجھ بھی برداشت نہیں کر سکتی تھیں۔ بابا کا کرشمہ تھا کہ اس تخت پوش نے نہ صرف رسیوں کا بوجھ برداشت کیا بلکہ بابا کا بوجھ بھی برداشت کیا۔ بابا اس تخت پوش کے چاروں کونوں پر مٹی کے دیے رکھ کر انھیں رات بھر جلائے رکھتے۔ چاروں کونوں پر جلتے ہوئے دیوں کے درمیان بابا کو سوتے یا بیٹھے دیکھنے کا منظر قابلِ دید تھا۔ یہ بڑی ہی حیرت کی بات تھی کہ اس صورت حال میں بابا کس طرح تخت پوش پر چڑھتے یا اُترتے۔ بہت سے لوگ بڑی دلچسپی سے ان مناظر کو دیکھنے کی خواہش میں نظریں جمائے بیٹھے رہتے لیکن انھیں بابا کا اس پر چڑھنا اور اُترنا نظر نہیں آتا تھا۔ بابا نے جب دیکھا کہ ایسے لوگوں کا ہجوم بڑھتا جا رہا ہے جو انھیں چڑھتے اُترتے دیکھنا چاہتے ہیں تو انھوں نے ایک دن تخت پوش کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اُسے پھینک دیا۔ آٹھوں سدھیاں (کمالات) بابا کے اختیار میں تھیں لیکن انھوں نے اُن کا کبھی مظاہرہ نہیں کیا نہ انھیں استعمال کرنے کی کوشش ہی کی۔ یہ سدھیاں اُن کے وجود کی تکمیل کے ساتھ ہی اُن کو حاصل ہو گئی تھیں۔

پانچواں باب

آفتابِ شرڈی

[سائی بابا کا طرزِ زندگی ، انُ کے سونے کا تخت پوش، اُن کا شرڈی میں قیام، اُن کی تعلیمات اُن کی سادگی ، انُ کو ملنے کا سب سے آسان راستہ۔]

سائی بابا کو ہمیشہ محبت سے یاد کیا کرو کیوں کہ وہ ہمیشہ سب کی بھلائی کے کاموں میں لگے رہتے ہیں انھیں یاد کرنے سے ہی زندگی اور موت کی پہیلی کو حل کیا جا سکتا ہے۔ یہ عبادت کا سب سے آسان اور بہترین طریقہ ہے کیوں کہ اس پر خرچ نہیں آتا۔ تھوڑی سی محنت زیادہ انعام کو ممکن بناتی ہے۔ چنانچہ جب تک ہم اپنے ہوش وحواس میں ہیں ہمیں لحہ بہ لحہ سادھنا کرنی چاہیے باقی سارے معبود دھوکا ہیں، صرف گورو ہی سچا خُدا ہے۔ اگر ہمیں گُرو پر یقین ہے تو وہ ہماری قسمت بدل سکتا ہے۔ اگر ہم سچے دل سے اس کی عبادت کریں تو وہ ہمیں اس سنسار سے نجات دے سکتا ہے۔ اگر ہم اُسے اپنا گورو بنائیں تو وہ ہمیں بڑی آسانی سے غم اور دُکھ کے سمندر کے پار اُتار سکتا ہے۔ جس طرح ہم دریا یا سمندر پار کرتے وقت اپنے خُدا پر یقین رکھتے ہیں اسی طرح ہمیں اس دُنیاوی وجود کے سمندر سے بخیر و خوبی پار اترنے کے لیے اپنے سچے گورو پر بھروسا رکھنا ہوگا۔ سچا گورو اپنے مُرشدوں کی خواہشات کا خیال رکھتا ہے اور انھیں علم اور نجات سے ہم کنار کرتا ہے۔

پچھلے کچھ ابواب میں ہم نے بابا کے بھیک مانگنے اُن کے مُرشدوں کے تجربات